’پس پردۂ گجرات‘ کے انکشافات

شکیل رشید

۱۶برس بیت چکے ہیں مگر بھارتی ریاست گجرات میں ۲۰۰۲ء کے مسلمان متاثرین کے لیے ’فسادات‘ جیسے کہ ابھی تھمے نہیں ہیں۔ کتنی ہی قانونی لڑائیاں لڑی جاچکی ہیں، کتنے ہی برباد شدہ مظلومین انصاف کی تلاش میں دَر دَر کی ٹھوکریں کھا کر خاموش بیٹھ گئے ہیں۔ جنھیں فسادات میں ملوث ہونے پر سزائیں دی گئی تھیں، ان میں سے کتنے ہی اب ’آزاد‘ فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

گذشتہ دنوں نروڈا پاٹیا (Naroda Patiya) میں ہولناک قتل عام کی مجرمہ گجرات کی سابق وزیر برائے ترقی اطفال ونسواں، ڈاکٹر مایا کوڈنانی کو رہائی ملی ہے۔ سیشن کورٹ نے کوڈنانی کو ۹۶ مسلمانوں کے قتل عام کے لیے مجرم قرار دیا تھا، مگر گجرات ہائی کورٹ کو کوڈنانی کے ہاتھوں پر کسی مسلمان کے خون کے دھبے نظر ہی نہیں آئے۔ رہے وہ بڑے سیاست دان، اعلیٰ پولیس افسر اور اُونچے عہدوں پر فائز نوکرشاہی، جو گجرات میں ۲۸ فروری ۲۰۰۲ء کے مسلم کش فسادات کے منصوبہ ساز اور سازشی تھے، تو وہ بھی تمام الزامات سے بچ نکلے ہیں۔

ان بنیادی سوالات کے جواب گجرات سے انڈین پولیس سروس (IPS) کے ایک اعلیٰ سابق افسر آر بی سری کمار کی کتاب *Gujrat Behind The Curtain* (پس پردۂ گجرات) میں بڑی وضاحت کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ سری کمار کا کہنا ہے کہ مجرموں اور فسادیوں کو بچانے کے لیے قانون سے کھلواڑ کیا گیا، قانون کو توڑا مروڑا گیا اور جن ہاتھوں میں نظم ونسق کی ذمہ داری تھی، سیاسی آقاؤں نے انھی ہاتھوں کو یہ ذمہ داری سونپ دی کہ مجرموں اور فسادیوں کو بچانے کے لیے وہ جیسے بھی چاہیں قانون کی دھجیاں اڑائیں۔

آر بی سری کمار فسادات کے ایام میں گجرات میں ڈائریکٹر جنرل آف پولیس کے منصب پر فائز تھے۔ وہ محکمہ خفیہ کے سربراہ تھے۔ جب انھوں نے یہ دیکھا کہ فسادات دانستہ کرائے جارہے ہیں، منصوبہ بند ہیں اور ساری سرکاری مشینری کا استعمال مسلمانوں کے خلاف کیا جارہا ہے اور اس میں سرکاری افسر اور پولیس افسر سبھی، نریندر مودی کی حکومت کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں، تب انھوں نے آواز اٹھائی۔ اُس وقت ریاست گجرات کے وزیراعلیٰ نریندر مودی کو للکارا، اور بلاخوف و خطر فسادیوں کو بے نقاب کرنے کی مہم شروع کی۔ نتیجہ یہ کہ انھیں سرکاری عتاب جھیلنا پڑا، انتقامی تبادلے کے عذاب سے وہ گزرے، مقدمہ ہوا، مگر انھوں نے سچ سے منہ نہیں موڑا اور آج تک وہ ’گجرات ۲۰۰۲ء‘ کی لڑائی لڑ رہے ہیں۔

سری کمار نے انگریزی میں کتاب Gujrat Behind The Curtain لکھی۔ ہندی کے علاوہ اس کا اُردو ترجمہ پس پردۂ گجرات کے نام سے ۱۳/اپریل ۲۰۱۸ء کو ’فاروس میڈیا‘ نئی دہلی (ترجمہ: سیّد منصور آغا) نے شائع کیا ہے۔ ۲۵۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۲۵۰ بھارتی روپوں میں دستیاب ہے [برقی پتا: books@pharosmedia.com]۔ کتاب کی بنیاد ان دو حقائق پر رکھی گئی ہے جسے سنگھی ٹولہ ابتدا ہی سے جھٹلاتا آرہا ہے۔ ایک تو یہ کہ ’فسادات منصوبہ بند تھے‘ اور دوسرا یہ کہ ’فسادیوں اور مجرموں کو بچانے کے لیے سرکاری مشنری کا غیر قانونی اور غیر آئینی استعمال کیا گیا‘۔

کتاب ۱۳/ابواب پر مشتمل ہے۔ دو ضمیمے اور ایک ’پیش لفظ‘ ہے، جس میں آر بی سری کمار نے کتاب لکھنے کی وجہ بتاتے ہوئے لکھا ہے: ”نہایت سفاکانہ، اقلیت کش تشدد کی دل خراش وارداتوں کے مناظر دیکھنے کے بعد میں نے تہیہ کرلیا تھا کہ میں اس تشدد کے بارے میں ریاستی حکومت اور اس کے پیروکار بی جے پی کیمپ کی اس گمراہ کن تشہیر کو بے نقاب کروں گا کہ یہ سنگ دلانہ واقعات ہندوؤں کے ’اچانک بھڑک اٹھنے والے جذبات اور غیر مربوط واقعات‘ کا نتیجہ تھے۔

’پیش لفظ‘ میں مصنّف سپریم کورٹ کی قائم کردہ ایس آئی ٹی (خصوصی تحقیقاتی ٹیم) اور کانگریس کا ذکر کرتے ہیں: ایس آئی ٹی نے گجرات پولیس کی بی ٹیم کی طرح کام کیا اور ذکیہ جعفری کی شکایت میں نامزد تمام ۶۲ ملزمان کو اپنی طویل رپورٹ میں پروانۂ بے گناہی عطا کردیا...... کانگریس پارٹی اور اس کی سربراہی میں مرکزی حکومت کم سے کم ان امیدوں اور توقعات کو بالکل

بھی پورا نہیں کرسکیں جو فسادزدگان اور حقوقِ انسانی کے کارکنوں کو ان سے تھیں...... سماج وادی حکومت نے بھی یو پی پولیس کے ان اہلکاروں سے شہادتیں حاصل کرنے کے لیے کچھ نہیں کیا، جو فروری ۲۰۰۲ء میں گجرات سے آنے والے رام بھگتوں اور کارسیوکوں کے جتھوں کی ایودھیا سے واپسی کے دوران ان کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور گودھرا میں ٹرین آتشزدگی کے چشم دید گواہ تھے''۔

کتاب کے پہلے باب میں آر بی سری کمار نے فسادات کی منصوبہ بندی کی تفصیلات پیش کی ہیں کہ: کیسے مشترکہ آبادیوں میں ہندوؤں کے مکانات اور دیگر املاک کی شناخت کے لیے ان پر کسی دیوی دیوتا کی تصویر بنا دی گئی، یا مورتی نصب کردی گئی یا 'اوم' اور 'سواستیکا' کا نشان بنادیا گیا، تاکہ 'سنگھ پریوار' کے فسادی آسانی سے مسلمانوں کی املاک کو نشانہ بنا سکیں۔

دوسرے باب میں گودھرا ٹرین سانحے اور فسادات کا تفصیلی ذکر کیا ہے کہ: ''۲۸ فروری ۲۰۰۲ء کو وہ محافظ دستے کے ساتھ احمد آباد کی اپنی رہایش گاہ سے گاندھی نگر اپنے دفتر جارہے تھے، تب مسلح ہجوم مسلم مخالف نعرے لگا رہا تھا اور پولیس غیر فعال اور خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی''۔ اس باب کا ایک اہم حصّہ ڈی جی پی کے چکرورتی سے ملاقات کی تفصیل پر مشتمل ہے: ''ڈی جی پی مسٹر چکرورتی نے یہ ذکر بھی کیا کہ گودھرا سے واپس لوٹ کر ۲۷ فروری کی دیر شام وزیر اعلیٰ (نریندر مودی) نے اپنی رہایش گاہ پر اعلیٰ افسران کی ایک میٹنگ طلب کی، جس میں انھوں نے کہا کہ عام طور سے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران پولیس ہندوؤں اور مسلمانو ں کے خلاف برابر کارروائی کرتی ہے، اب یہ نہیں چلے گا، ہندوؤں کو غصہ نکالنے کا موقع دیا جائے''۔

آر بی سری کمار فسادات روکنے، مسلمانوں کے اعتماد کو بحال کرنے اور مجرموں وفسادیوں کے خلاف کارروائی کرنے سے متعلق اپنی ان تدابیر وتجاویز کا بھی ذکر کرتے ہیں، جن پر کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ چوتھے باب 'گمراہ کن اطلاعات پر حق کی فتح' میں چیف الیکشن کمشنر کے سامنے سرکاری دباؤ میں آئے بغیر، گجرات کی حقیقی صورتِ حال کی تفصیلات اور اس کے نتیجے میں اپنے خلاف سرکار کی انتقامی کارروائی کا بھی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: '۲۰۰۲ء کے فسادات میں حکام کے مجرمانہ کردار کی شہادت، جن تین آئی پی ایس افسران راقم، راہل شرما اور سنجیو بھٹ نے کھل کر دی تھی، وہ ابھی تک انتقامی عتاب جھیل رہے ہیں، جب کہ دو انسپکٹروں کے علاوہ کسی کے خلاف فسادات

میں مجرمانہ کردار ادا کرنے کے معاملے میں نہ تو جرمانہ عائد کیا گیا اور نہ کوئی محکمہ جاتی کارروائی ہوئی'۔

سپریم کورٹ کی ہدایت پر ڈاکٹر آر کے راگھون کی سربراہی میں بنائی گئی خصوصی تحقیقاتی ٹیم (ایس آئی ٹی) کو وہ 'خصوصی مدافعتی ٹیم' کہہ کر اس کی کارکردگی اور غیر جانب داری پر سوالیہ نشان اُٹھاتے ہیں: ''ذکیہ جعفری کی شکایت پر ایس آئی ٹی کلوزر رپورٹ ۲۶ دسمبر ۲۰۱۳ء کو منظور کی گئی۔ یہ رپورٹ نہایت ناقص اور کھوکھلی ہے''۔ سری کمار کے مطابق: ''ذکیہ جعفری کی شکایت میں وزیراعلیٰ (نریندر مودی) اور ۶۲ دیگر ملزمان کو نسل کشی کے جرائم اور فسادزدگان کے لیے انصاف کی راہ روکنے کی غرض سے کریمنل جسٹس سسٹم میں ہیرا پھیری کے الزام اور اپنی انتظامی اور قانونی ذمہ داری ادا نہ کرنے کی بابت جواب دہی سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ایس آئی ٹی نے دلائل کا جو حصار کھڑا کیا ہے، وہ انتہائی بودا ہے''۔ یہاں پر مصنّف نے کلوزر رپورٹ کی خامیوں کو بھی فرداً فرداً گنوایا ہے۔

کتاب میں آر بی سری کمار نے ایک بہت اہم اور بنیادی سوال اٹھایا ہے؟ ''۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات کے چشم دید گواہ سکھ افسران نے، اور پھر ۲۰۰۲ء کے گجرات قتل عام کے بعد مسلم افسروں و اہل کاروں نے تفتیش کنندگان کے سامنے فساد کی سازش رچانے والے اور اس کا نفاذ کرنے اور کرانے والے اعلیٰ سیاسی، انتظامی اور پولیس اہل کاروں کے خلاف سچی اور حقائق پر مبنی گواہی کیوں نہیں دی؟ وہ بتاتے ہیں: ''چھے مسلم آئی اے ایس اور سات آئی پی ایس افسران دہلی کے سکھ افسران کی طرح اجتماعی کارپردازوں کے بارے میں قطعی خاموش رہے''۔

ایک واقعہ، جو نروڈا پاٹیا قتل عام کا ہے، اس کا سری کمار نے بڑا دل گداز ذکر کیا ہے۔ اسے پڑھ کر یہ سوال اٹھتا ہے کہ صرف مایا کوڈنانی ہی کیوں، کیا وہ مسلم افسران بھی مجرم نہیں ہیں، جنھوں نے 'قتل عام' کو ممکن ہونے دیا؟ سری کمار تحریر کرتے ہیں: ۲۸ فروری کی شام کے وقت جب میں آفس میں تھا، خورشید احمد (آئی پی ایس بیچ نمبر ۱۹۹۱) نے مجھے فون پر اطلاع دی کہ تقریباً ۴۰۰ مسلم خاندان جو فسادیوں کی زد پر ہیں، سیجا پور کے محفوظ کمانڈ ہیڈکوارٹر میں پناہ مانگ رہے ہیں۔ مسٹر خورشید اس کمانڈ ہیڈکوارٹر کے کمانڈنٹ تھے جو کہ نروڈا پاٹیا سے متصل ہے، جہاں اس روز شام تک ۹۶ مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ کمانڈ ہیڈکوارٹر محفوظ چار دیواری کے اندر ہے اور محافظ اس کی حفاظت پر تعینات رہتے ہیں۔ وہ ان عام باشندوں کو ایس آر پی بٹالین ہیڈکوارٹر میں داخل ہونے

کے لیے واضح اجازت چاہتے تھے۔ میں نے ان کو فوراً فیکس پر یہ ہدایت بھیج دی تھی کہ جو لوگ حفاظت کی خاطر اندر آنا چاہتے ہیں انھیں آنے دیا جائے اور ان کو خالی بیرکوں میں جگہ دے دی جائے۔ درحقیقت کمانڈنٹ مسٹر خورشید اور ان کے نائب ڈی وائی ایس پی مسٹر قریشی ان مسلمانوں کو، جن کی جانیں یقینی طور سے خطرے میں تھیں کیمپ کے اندر داخل ہونے کی اجازت دینے کے جوکھم سے گھبرائے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو یقین واطمینان دلایا کہ: ''میرے تحریری حکم پر عمل کرنے میں ان پر کوئی الزام نہیں آئے گا''۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میرے تحریری حکم نامے کے باوجود کمانڈنٹ مسٹر خورشید احمد نے پناہ کے لیے منت سماجت کرتے بے سہارا، مظلوم اور نہتے مسلمانوں کو کیمپ میں داخلے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اطلاع یہ ہے کہ اس دن شام کو نروڈا پاٹیا میں جن ۹۶ مسلمانوں کا بہیمانہ قتل ہوا، یہ انھی میں سے تھے، جن کو کیمپ کے اندر پناہ دینے سے منع کر دیا گیا تھا۔

بعد میں خورشید احمد سورت کے ڈپٹی کمشنر بنے۔ ان کی اہلیہ شمیمہ (آئی اے ایس) ولساڈ کی ضلع ڈویلپمنٹ افسر اور سریندر نگر کی ضلع کلکٹر بنیں۔ اور ڈپٹی کمانڈنٹ قریشی کو'امتیازی خدمات کے لیے صدر جمہوریہ ہند کا 'پولس میڈل' ملا۔ اسی طرح دوسرے آئی پی ایس، آئی اے سید اے ڈی جی پی بنائے گئے۔ انھوں نے نریندر مودی کے لیے خوب کام کیا تھا اور پھر یہ بعد میں بی جے پی میں بھی شامل ہوئے۔ ایک اور مسلم افسر بعد میں مودی کے دفتر میں مشیر کے عہدے پر متمکن ہوئے۔

سری کمار نے ایسے ہی کئی اعلیٰ افسروں کے نام گنوائے ہیں، جنھیں فسادات کے دوران خون سے رنگے ہاتھوں ملزمان کو بچانے کے لیے 'انعام' دیا گیا۔ مزید ان افسران کے نام بھی گنوائے ہیں، جنھیں سچ بولنے پر سزا دی گئی۔ مصنف اپنے ذاتی مشاہدات اور سرکاری دستاویزات کو بطور ثبوت استعمال کر کے ان چہروں کو بے نقاب کرنے میں پوری طرح سے کامیاب ہوئے ہیں جو 'گجرات ۲۰۰۲ء' کے فسادات کے منصوبہ ساز بھی تھے اور سازشی بھی۔ ان میں اعلیٰ سرکاری افسران ہیں، پولیس افسران ہیں اور چوٹی کے سیاست دان ہیں۔ سری کمار کی یہ دستاویزی کتاب مقننہ اور عاملہ کے شرمناک گٹھ جوڑ کو اُجاگر کرنے میں پوری طرح سے کامیاب ہے۔